International Research Journal on Islamic Studies (IRJIS)
ISSN 2664-4959 (Print), ISSN 2710-3749 (Online)
Journal Home Page: https://www.islamicjournals.com
E-Mail: tirjis@gmail.com / info@islamicjournals.com
Published by: "Al-Riaz Quranic Research Centre" Bahawalpur

استنباطِ احکام میں فقہائے احناف اور اہل ظواہر کا منہج اور عصری معنویت

Methodology of Ahnāf and Zawāhir Jurists in Deriving Rulings and Its Current Ideality

1. Dr. Abdul Ghaffar,
Associate Lecturer,
Department of Islamic Studies,
The Islamia University of Bahawalpur, Punjab, Pakistan
Email: abdulghaffar@iub.edu.pk
ORCID ID: https://orcid.org/0000-0001-8986-0266

2. Muhammad Asif
Visiting Lecturer,
The Islamia University of Bahawalpur, Punjab, Pakistan
Email: asifmalik3273@gmail.com
ORCID ID: https://orcid.org/0000-0001-5138-3556

To cite this article: Dr. Abdul Ghaffar and Muhammad Asif. 2021. "Methodology of Ahnāf and Zawāhir Jurists in Deriving Rulings and Its Current Ideality". International Research Journal on Islamic Studies (IRJIS) 3 (Issue 2), 65-83.

Journal:	International Research Journal on Islamic Studies Vol. No. 3 || July - December 2021 || P. 65-83
Publisher:	Al-Riaz Quranic Research Centre, Bahawalpur
URL:	https://www.islamicjournals.com/urdu-3-2-5/
DOI:	https://doi.org/10.54262/irjis.03.02.u05
Journal Homepage:	www.islamicjournals.com
Published:	December 31st, 2021

License:	This work is licensed under an Attribution-ShareAlike 4.0 International (CC BY-SA 4.0)

Abstract:

Islamic Sharīʿa gives importance to intellect as well as imitation. For better comprehension of imitation, it is necessary to have perception. Intellect is helpful for imitation to interpret comprehensively. There is no dissension in imitation but for Intellect having a difference in way of thinking and intelligence quotient, there might be dissension. In Islamic Jurisprudence, there are five schools of Fiqh (Ḥanafī, Mālḳī, Shafi'ī, Ḥanblī, and Ẓāhirī). Each one has its principles of interpretation. There is a dire need for comparison among these schools of Fiqh. In this article, it has been tried to compare the principles of interpretation between the Hanafi and Zaheri schools of Fiqh. Islamic law regulates the practical affairs of life such as virtual laws, family matters, financial matters, banking laws, judicial proceeding affairs, inheritance, and criminal laws. In this article, an introduction of both jurisprudential scholars, Imam AbŪ Ḥanīfa

and Imam AbŪ Dawud Ẓāhirī including their famous students who have a great contribution, has been discussed. A valuable discussion has also been done on their principles of interpretation. These two schools of Fiqh have two different origins and places, but both follow Qu'rān, Sunnah/Ḥadith, and Ijmā' as the primary sources of interpretation while other sources such as Qiyās, Istiḥsan, Shara' mā Qabl, Urf are quite different. Ẓāhirī scholars do not accept Qiyās and Istiḥsan as a source of interpretation, but they accept Dalīl and Istashab as a primary source of interpretation.

Keywords: Ḥanafī, Ẓāhirī, Qu'rān, Ḥadith, Sunnah, Ijmā', Qiyās, Istiḥsan, Urf, Istisḥab, Dalīl

1. تمہید

اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی ہدایت وراہنمائی کے لیے جہاں وحی اور انبیائے کرام کی بعثت کا سلسلہ چلایا وہاں حضرت انسان کو عقل سلیم سے بھی نوازا۔ اسلام وہ دین ہے جس نے نقل کے ساتھ ساتھ عقل کو بھی استعمال کرنے کا حکم دیا ہے تا کہ غور و فکر اور تدبر کے ذریعے احکام معلوم کیے جاسکیں اور اجتہاد کے ذریعے پیش آمدہ مسائل کا حل نکالا جاسکے۔ اسلامی شریعت نقل کے ساتھ عقل کو بھی اہمیت دیتی ہے۔ نقل کی قابل قبول فہم کے لیے عقل کا ہونا ضروری ہے۔ عقل نقل کی تفہیم و تشریح میں مدو معاون ہے۔ نقل میں اختلاف ممکن نہیں ہے مگر عقل کے مقیاس ذہانت اور انداز فکر کے مختلف ہونے کی وجہ سے اختلاف ممکن ہے۔ احکام شرعیہ کے اصول کے لیے قرآن و حدیث کا مختصر سا ذخیرہ ہے، باقی قیاس واجتہاد کو احکام شرعیہ میں بہت زیادہ دخل ہے، جیسا کہ حضرت معاذ بن جبل کو یمن کا قاضی مقرر کرکے رسول اللہ ﷺ نے احکام ومسائل کے حل کے لیے ماخذ و مصادر پوچھے تو ان کا جواب یہ تھا کہ

> " أقضى بكتابِ الله، قال: "فإن لم تَجِدْ في كتاب الله؟ " قال: فبسُنةِ رسولِ الله ﷺ، قال: "فإن لم تجد في سُنة رسولِ الله ﷺ ولا في كتابِ الله؟ قال: أجْتَهِدُ رأيِ ولا آلُو، فضربَ رسولُ الله ﷺ - صَدْرَهُ وقال: الحمدُ لله الذي وَفَّق رسولَ رسولِ الله لما يَرضَى رسولُ الله"[1]
>
> کتاب اللہ سے فیصلہ کروں گا۔ فرمایا اگر کتاب اللہ سے نہ ملے تو کہا کہ سنت رسول اللہ ﷺ کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ اگر مقدمے کا حل قرآن و حدیث سے نہ ملا تو: میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور اس میں کوئی کمی کوتاہی نہیں کروں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے سینہ کو تھپتھپایا اور فرمایا کہ اللہ ہی کیلئے تمام تعریفیں ہیں جس نے اللہ کے رسول کے فرستادہ یا نمائندے کو اس چیز کی توفیق دی جس سے رسول اللہ ﷺ راضی ہیں۔"

اسلامی علوم میں سے علم اصول فقہ وہ فن ہے جس میں عقل اور نقل دونوں کا امتزاج پایا جاتا ہے۔ یہاں ایک طرف قرآن وسنت کی روشنی میں نئے نئے نکلنے والے احکام ہیں جو آئے دن مرتب ہو کر فقہ کے ذخائر میں اضافہ کررہے ہیں، دوسری طرف نئے نئے نکلنے والے مسائل اور مشکلات ہیں، جن کا حل اس فن کے ذریعے شریعت کی نصوص سے نکالا جارہا ہے۔ اسی قرآن مجید اور اسی سنت اور انہی اصولوں سے یہ حل نکل رہا ہے۔ پھر جو نصوص شریعت ہیں اور جن کی تعداد انتہائی محدود ہے۔ وہ نصوص لامحدود حالات پر منطبق ہوتی چلی جارہی ہیں۔ اس کے

1 Abu Dawud , Sulyman bin Al-Ashaus,Sunin abi Dawud, Kitab ul-Aqzia, Bab Ijtahad ul Ray fil Qza, (Dar Ul Risalatul Almia,First Edition, 2009. 1430 Hijri), Hadith No: 3592.

باوجود کبھی کسی نئی صورتحال پر قرآن مجید اور سنت کی نصوص کو منطبق کرنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئی۔ بہت سے اہم اور پیچیدہ مسائل کے حل کے بارے میں ایک سے زائد آراء موجود ہیں اور آئندہ بھی آراء و تعبیرات کا یہ تنوع موجود رہے گا۔[2]

نصوص کی بناپر جن اسالیب کی بناء پر اجتہاد کیا گیا ہے، ان کے اندر بھی اختلافات سامنے آئے ہیں۔ ان اجتہادی اصولوں میں موافقت کے ساتھ ساتھ مختلفات کے بھی کئی پہلو سامنے آتے ہیں۔ علمائے اصول نے اجتہاد کی مختلف اصطلاحی تعریفات کی ہیں۔ احناف اور ظواہر کی بیان کردہ تعریفات کی روشنی میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اجتہاد مجتہد کی اس انتہائی کوشش کا نام ہے جو فقہ اسلامی کے تفصیلی دلائل سے بذریعہ استنباط کسی شرعی عملی حکم کے حصول میں کی جائے۔ اگر اس کوشش اور طاقت کے استعمال میں مجتہد کی طرف سے کوئی کمی رہ گئی تو یہ اجتہاد نہ ہو گا۔ اسی طرح تعریفات میں لفظ مجتہد کی قید کا اضافہ اس اصول کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ اسی شخص کا اجتہاد معتبر ہو گا جو اس فن میں طاقت اور مہارت رکھتا ہو، غیر مجتہد کی کاوش ناقابل قبول ٹھہرائی جائے گی۔ علاوہ ازیں یہ کوشش کسی شرعی حکم کے ادراک کے لیے ہونی چاہیے۔

2. فقہ حنفی اور اس کی نشر و اشاعت

فقہ حنفی امام ابو حنیفہؒ کی طرف منسوب ہے جو کوفہ کے رہنے والے تھے۔ فقہ حنفی کو فقہ اہل الرائے بھی کہا جاتا ہے۔ یہ فقہ دراصل صحابی رسول ﷺ عبد اللہ ابن مسعود کی فکر و نظر اور محنت و برکات کا ثمرہ ہے۔ آپ کے بعد آپ کے نامور شاگرد علقمہؒ، پھر ابراہیم نخعیؒ، پھر حماد بن ابی سلمہؒ اور پھر امام ابو حنیفہؒ اس مسند کے وارث ٹھہرے۔ امام ابو حنیفہؒ جن کا مکمل نام نعمان بن ثابت بن زوطی ہے، آپؒ کا تعلق خراسان کے

علاقے کابل سے تھا۔ کوفہ میں 80 ہجری میں پیدا ہوئے[3] اور 150 ہجری میں بنو عباس کے خلیفہ منصورؒ کے دور میں بغداد میں وفات پائی[4]۔ وفات کے حوالے سے دو اقوال ملتے ہیں: ایک قول کے مطابق آپؒ کی وفات زہر کھلانے کی وجہ سے ہوئی، جب کہ دوسرے قول کے مطابق آپؒ کوڑے مارے جانے کے نتیجے میں شہید ہوئے۔[5]

اہل علم کا اتفاق ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کا زمانہ پایا ہے۔ البتہ اس بات میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ آپؒ صحابہ کرام کی زیارت سے مشرف ہوئے یا سماع بھی کیا ہے۔ تمام محدثین اور مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ آپؒ نے ان کی زیارت کا شرف حاصل کیا ہے۔ بعض اس بات کے قائل ہیں کہ آپؒ نے صحابہ کرام سے روایات بھی اخذ کی ہیں، لیکن اگر صرف زیارت کے مشرف ہونے کو مانا جائے تو تب بھی آپؒ شرف تابعیت پر فائز ہیں، کیونکہ جمہور محدثین کے نزدیک تابعی کے لیے صرف رؤیت کافی ہے۔ امام ابو حنیفہؒ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے علاوہ عبد اللہ بن الحارث، عبد اللہ بن ابی اوفی، عمرو بن حریث، واسلۃ بن الاسقع اور آخری صحابی ابو الطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہم کی رؤیت ثابت ہے۔[6]

2 Ghazi, Mahmood Ahmed, Dr., Mohazrat e Fiqh , (Al-Faisal Nashran , Lahore,2005), P 61.

3 Khateeb Baghdadi, Abu Bakr , Ahmad Bin Ali,Tarikh Baghdad,(Mutabay al Saadat , Alqairah, 1931),13/324.
Al Sameeri , Hussain Bin Ali , Akhbar e abi Hanifa wa ashabho , (Alim ul Kutb , Beirut, 1405H/1985),P91-154.
Al Zahbi , Muhammad Bin Ahmad, Sear Ilam Ul Nublaa ,(Mosistu ul Risalah),P 11/74

4 Al Zahbi , Sear Ilam ul Nublaa ,P 11/74.

5 Al Sameeri, , Akhbar e abi Hanifa wa ashabho , P91.

6 Ibid, P 184.

امام ابو حنیفہؒ اپنے استاذ حماد بن ابی سلمۃؒ سے ان کی وفات تک علمی طور پر مستفید ہوتے رہے اور ان کے بعد ان کی مسند علمی کے موزوں ترین جانشین سمجھے جانے کی وجہ سے مسند پر بٹھائے گئے [7]۔ چنانچہ انہوں نے اس سلسلہ کو آگے جاری رکھا اور اپنے مقلدین کو قاضی ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ بن حسن شیبانی جیسے وارث دے کر احسان کیا۔ اس کے علاوہ آپؒ نے فقہ الواقع کے علاوہ فقہ النظری کی بھی بنیاد رکھی۔ امام ابو حنیفہؒ کی فقاہت اتنی مسلم ہے کہ امام شافعیؒ امام حنیفہؒ کے بارے میں فرماتے ہیں:

انه قال الناس فی الفقه عیال علی ابی حنیفه[8] "لوگ فقہ میں ابو حنیفہ کے محتاج ہیں۔"

امام ابو حنیفہؒ پہلے وہ آدمی ہیں جنہوں نے علم فقہ کو سب سے پہلے مدون کیا۔ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے علم فقہ کو مدون کیا اور کتاب اور باب پر اس کو مرتب فرمایا، جیسا کہ آج موجود ہے اور امام مالکؒ نے اپنی موطا میں انہیں کی اتباع کی ہے۔[9] فقہ حنفی کی ترویج و ترقی میں امام ابو حنیفہؒ کے تلامذہ کا بڑا کردار ہے۔ آپؒ نے ایک علمی مجلس قائم کی تھی جس کے ارا کین کی تعداد چالیس رہی[10]، جو فقہ حنفی کے ارتقاء میں سرگرم رہی۔ آپ کے مشہور تلامذہ میں سے امام قاضی ابو یوسفؒ، اور امام محمدؒ بن حسن شیبانی بہت نمایاں ہیں۔ ان دو شاگردوں کے علاوہ امام زفرؒ، حسن بن زیادؒ، قاسم بن معنؒ، اسد بن عمروؒ، حماد بن ابی حنیفہؒ، علی بن المسہرؒ، عافیہ بن یزیدؒ، حبانؒ، مندلؒ اور دوسرے بہت سارے اصحاب ہیں لیکن جو شہرت اور علمی مقام ان دو حضرات کو حاصل ہوا، وہ کسی اور کو نہیں ملا۔

3. فقہ ظاہری کی وسعت اور ترویج

فقہ ظاہری ابو سلیمان، داؤد بن علیؒ بن خلف اصبہانی کی طرف منسوب ہے۔ آپؒ کے اجداد کا اصل وطن اصفہان تھا۔ آپؒ کی پیدائش کوفہ میں 200ھ یا 202ھ میں ہوئی۔ [11] آپؒ بغداد میں قیام پذیر رہے اور وفات 270ھ میں بغداد میں ہوئی[12]۔ آپ نے اسحاق بن راہویہؒ اور امام شافعیؒ کے تلامذہ سے تعلیم حاصل کی۔ آپ ابتداء میں فقہ شافعی سے وابستہ رہے۔ امام شافعیؒ کے بڑے معتقد اور مقلد تھے۔ آپؒ نے امام شافعیؒ کے فضائل پر دو کتابیں بھی تصنیف کیں لیکن بعد میں فقہ ظاہری کی بنیاد رکھی۔ اس فقہ میں نصوص کے ظواہر سے احکام کا استنباط کیا جاتا ہے۔ کسی تاویل یا علت کی بناء پر نصوص کے ظاہری معنی ترک نہیں کیے جاتے اور نہ کسی نص میں علت تلاش کر کے اس نص کے حکم میں ایسی عمومیت پیدا کی جاتی ہے کہ جہاں وہ علت پائی جائے وہاں اس حکم کا اطلاق کر دیا جائے۔ چونکہ اس فقہ کے متبعین نصوص کی تاویل نہیں کرتے اور احکام میں علتیں نہیں ڈھونڈتے بلکہ نص کے الفاظ کے ظاہری معنی ہی مراد لیتے ہیں۔ اس کے علاوہ آپؒ نے احکام میں قیاس اور رائے کی نفی کی۔[13]

امام ابو داؤد ظاہریؒ نے سلیمان بن حربؒ، قعنبیؒ، عمرو بن مرزوقؒ، محمد بن کثیرؒ عبدی اور ابو ثورؒ جیسے اساتذہ سے بصرہ، بغداد میں زانوئے تلمذ تہ کیا اور نیشاپور میں اسحاق بن راہویہؒ سے حدیث اور تفسیر پڑھی[14]۔ اس کے بعد مستقل بغداد میں تدریس و تصنیف میں وفات تک مشغول رہے۔[15]

---

7 Abu Zuhra, Muhammad Bin Ahmad, Abu Hanifa Hayatuho wa Asruho,((Dār al-Fikr ul Arbi), P 29

8 Ibn Abdul Bir , Yousaf Bin Abdullha , Alintaqa Fu Fzail e Aimah tul Slasa tul Fuqha , (Dār al Kutb ul Ilmiah), p 210.

9 Ibn Hajar, Ahmad Ibn Ali ,Al-Asqlani,Alkhayrat ul Hasan , p 28.

10 Rahmani, Saif Ullaha . Moulana, Qamoos Ul Fiqh,(Zam Zam Publishers, Karachi, 2015)1/360.

11 Khateeb Baghdadi, Abu Bakr , Ahmad Bin Ali,Tarikh Baghdad,(Dār al Kutb ulArbi, Beirut),8/369.

12 Ibid , 8/375.

13 Ibid , 8/374.

14 Ibn e Shuhba , Ahmad Bin Muhammad Bin Umer,Abu Bakr , Tabqat ul Shafia tul Kubra, (Majlis Daira tul Moarif Alislamia,Haiderabad Dakkan, First Edition, 1398 Hijri), 2/274.

15 Ibid , 2/284.

امام ابو داوؒد ظاہری نے یہ خیال ظاہر کیا کہ صرف نصوص ہی شریعت کا ماخذ و مصدر ہیں۔ دین اسلام میں علم کا حصول صرف نصوص سے ہوتا ہے اور کسی شے سے نہیں۔ قیاس کو باطل اور اسے ناقابل حجت قرار دیا۔ جب ان سے کہا گیا کہ امام شافعیؒ تو قیاس کو حجت تسلیم کرتے ہیں ، پھر آپ نے قیاس کو ترک کیوں کیا؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے ابطال استحسان کے بارے میں امام شافعیؒ کے دلائل دیکھے ، غور کرنے پر معلوم ہوا کہ ان سے قیاس کا بطلان بھی ثابت ہوتا ہے۔[16] جس طرح امام شافعیؒ استحسان کو باطل قرار دیتے ہیں اسی طرح امام ابو داوؒد قیاس کا ابطال کرتے ہیں۔ اسی سے آپ سنت کی راہ پر گامزن ہوئے اور محض اسی سے احتجاج کرنے لگے۔ پھر ساری زندگی اسی کام پر صرف کر دی۔ صاحب التصنیف آدمی تھے۔ فقہ اور حدیث کی طرف بہت زیادہ رجحان تھا۔ ان کی وفات کے بعد ان کے بیٹے محمد بن داوٗد بن علی نے جو کہ فاضل، ادیب اور شاعر بھی تھے، نے فقہ ظاہری کی اشاعت کی۔[17]

ظاہری فقہ بغداد سے اندلس کیسے پہنچی یہ بات توجہ طلب ہے۔ اندلس کے لوگ علم حاصل کرنے کے لیے مدینۃ الرسول اور بغداد کا رخ کیا کرتے تھے، مدینہ منورہ کے فاضل تو امام مالکؒ کے پیروبنے لیکن بغداد سے علمی تشنگی بجھانے والے تین علماء بقی بن مخلدؒ، ابن وضاحؒ اور قاسم بن اصبغؒ، امام ابو داوؒد ظاہری کی روش پر چلے اور پھر انہیں حضرات سے اور ان کے پیش رووں سے امام ابن حزمؒ نے علم حاصل کر کے فقہ ظاہری کو قیامت تک کے لیے کتابی شکل میں زندہ جاوید کر دیا۔ ڈاکٹر عبد الحلیم عویس نے ان کی موجود و مفقود کتب اور رسائل کے بارے میں تفصیلی بحث کی ہے۔ انہوں نے اپنی اس کتاب میں ابن حزمؒ کے 89 مفقود و گم شدہ رسائل کا تذکرہ کیا ہے[18] اور موجود 53 کتب کا ذکر بھی کیا ہے[19]، لیکن ان کی دو تصانیف المحلیٰ اور الاحکام فی اصول الاحکام فقہ اور اصول فقہ کا انسائیکلوپیڈیا ہیں اور ان دو تصانیف کی وجہ سے آج بھی فقہ ظاہری کا نام باقی ہے۔

ابن حزمؒ کا مکمل نام علی بن احمد بن سعید بن حزم بن غالب اور کنیت ابو محمد ہے۔[20] ابن حزمؒ ایک فارسی خاندان کی جانب منسوب ہیں۔ اس کی وجہ ان کے دادا یزید فارسی الاصل تھے اور حضرت معاویہ کے بھائی یزید بن ابی سفیان کے حلیف تھے۔ بنو امیہ جب ترک وطن کر کے اندلس گئے اور وہاں اپنی حکومت عبد الرحمان بن معاویہ بن ہشام نے قائم کی تو ابن حزم کے جدِ اعلیٰ خلف بن معدان بھی ان کے ساتھ اندلس پہنچے[21]۔ ان کا خاندان منت لیشم[22] یا منتلجتم نامی بستی میں فروکش ہوا جو عرب اندلس کے علاقے الزاویہ کے ضلع اونبہ میں واقع ہے۔ اونبہ علاقہ لبلبہ کا ایک شہر ہے۔[23]

---

16 Abu Zuhra , Muhammad Bin Ahmed, Ibn e Hazim Hayatuho wa Asrho wa AAraoho wa fiqhoho,(Mutabbay Ahmad Ali,Egypt), P 264.

17 Muhammad Khizri, Tareekh Fiqh Ul Islami, (Dar ul Ishaat , Karachi), P 139.

18 Owais, Abdul Haleem, Ibne e Hazm Undlasi wajhodho Fil Bahsi Tareekhi wal Hazari, Translator: Muhammad Raees al Nadvi, Topic: Hafiz Ibn e Hazm Undlasi Ilmi wa Tareekhi Khidmat ka Jamay Tauruf ,(Idara tul Bhoos ul Islamia Bil Jamia al Salfia ,Bnaras , First Edition, 1405 H),P 122-126.

19 Ibid , 127-130.

20 Almuqri, Ahmad Almuqri, Nafkh ul Tayyab,(Maktabba al Qiratul wa Saqafah,Egypt), P 2/284. Ibn e Kaseer, Abul Fida , Ismail Bin Kaseer, Albidaya wanihaya, (Dar ul Fikr , Berut,1398H/1978), P 11/91. Ibn e Kulaykan , Shams ul Din Ahmad, wufyat ul Aayan, (Manshoorat ul Sharif , Iran 1324H/1908), P 3/325

21 Ibn e Kulaykan , wufyat ul Aayan, P 3/325.

22 Ibid , 3/330.

23 Yaqoot Hamvi , Shahb ul din , Mojum ul Baldan , (Dar Ul Ahya al Turas al Arbi, Berut, 1399H/1979),5/10.

ابن حزمؒ اندلس کے ضلع اونبہ کے شہر لبلبہ میں ماہِ رمضان کے آخری روز بعد نماز فجر 384ھ کو پیدا ہوئے۔[24] ان کے والد احمد بن سعید وزارت کے منصب پر فائز تھے۔اور اس وقت اموی حکومت اندلس میں روبہ زوال تھی۔ آپ کے والد المنصور ابن ابی عامری کے وزیر تھے۔ابن حزمؒ کی ولادت ہوئی تو عیش و عشرت کے سارے اسباب مہیا تھے[25]،لہٰذا ابن حزم ناز و نعم کے ماحول میں پروان چڑھے اور امراء و وزرا کے بچوں کی طرح تربیت ہوئی۔ بچپن میں ہی قرآن مجید حفظ کر لیا۔اس کے بعد ان اساتذہ سے علم دین حاصل کیا،جو کہ فقہ ظاہری کے بنیادی لوگ ہیں۔

4. احناف کے اصول اجتہاد

امام ابو حنیفہؒ کے بنیادی اصول اجتہاد جن کی توضیح آپ خود فرماتے ہیں کہ جب میں کسی مسئلے کا حکم دیکھنا چاہوں تو سب سے پہلے کتاب اللہ پھر سنت رسول اللہ ﷺ میں تلاش کرتا ہوں۔ اگر ان دو مصادر میں نہ پاؤں تو اقوال صحابہ میں سے جس کو چاہوں اختیار کرتا ہوں، اقوال صحابہ کے دائرہ سے باہر قدم نہیں نکالتا، لیکن جب معاملہ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین سے نکل کر ابراہیمؒ، شعبیؒ، ابن سیرینؒ، عطاء اور سعید بن مسیبؒ تک پہنچ جاتا ہے تو پھر جیسے یہ لوگ اجتہاد کرتے تھے، میں بھی ان کی طرح اجتہاد کرتا ہوں۔[26] مذکورہ عبارت سے فقہ حنفی کے اصول اجتہاد واضح ہوتے ہیں کہ سب سے پہلے کتاب اللہ کو، پھر سنت رسول ﷺ کو اور پھر اقوال صحابہ کو استنباط احکام میں فوقیت حاصل ہے، اس کے بعد اجماع اور قیاس فقہ حنفی کے مسلم مصادر میں شامل ہیں۔ فقہ حنفی کے اصول اجتہاد کی تفصیل درج ذیل ہے:

1 قرآن مجید

قرآن مجید انسانیت کی راہنمائی کے لیے رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوا اور اس کا موضوع انسان ہے۔امت مسلمہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قرآن مجید مسلمانوں کے لیے رشد و ہدایت کا بنیادی ذریعہ اور اسلامی قوانین کا اولین ماخذ ہے۔رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو سب سے پہلے اسی ماخذ س ے احکام اخذ کرنے کی اور اس میں غور و فکر کرنے کا حکم دیا۔ تمام فقہاء اور اصولین مسائل کے استنباط کے وقت اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔البتہ احکام کی آیات سے امر، نہی اور مباح تینوں قسم کے مسائل اخذ ہوتے ہیں۔

علامہ مرغینانیؒ الہدایہ کے فقہی منہج کو بیان کرنے کے لیے قرآن و حدیث کے الفاظ کی ساخت، معنیٰ فی الاستعمال، دلالت، امر اور نہی کے لیے استعمال کرتے ہیں، کیونکہ یہ خود تو مجتہد فی الشرع (مجتہد کے پہلے درجہ پر فائز) نہیں ہیں کہ اپنے مقرر کردہ قواعد و قوانین پر ادلہ اربعہ کے ساتھ احکام کا استنباط کریں، البتہ کیونکہ یہ اصحاب ترجیح میں سے ہیں[27]، تو احکام کے استنباط کے وقت یہ مجتہد فی الشرع کے قواعد کی ہی تقلید کرتے ہیں۔ علامہ مرغینانیؒ نے اپنی اس کتاب میں لفظ کی ساخت اور دلالت کے لیے درج ذیل قوانین کو مد نظر رکھا ہے۔اصولین ہمیشہ اپنی کتابوں کی ابتداء میں لفظ کی وضع فی المعنیٰ کے حوالے سے اقسام پر بحث کرتے ہیں۔ جو کہ چار ہیں۔عام و خاص، مشترک و مؤول اور حقیقت مجاز، یعنی وجوہ دلالات کا بیان۔

❖ **خاص و عام**

حنفی فقہاء نے خاص و عام کے حوالے سے درج ذیل بحث کی ہے:

24 Ibn e Kulaykan , wufyat ul Aayan, P 3/325.
25 Ibn Hajar, Ahmad Ibn Ali ,Al-Asqlani,Lisan ul Mezan ,(Dar ul Fikr ,Berut,1407H/1987) , p 4/229.
26 Khateeb Baghdadi, Abu Bakr ,Ahmad Bin Ali,Tarikh Baghdad,(Mutabay al Saadat,Alqairah),13/368.
27 AlQarshi, Abdul Qadir Bin Muhammad , Mohay ud din, AlJwahir ul Muzia Fi Tabqat ul Hanfia, (Majlis Daira tul Moarif unizamia al Kaynatia, Haiderabad , Dukkan, First Edition, 1333 H),2/599.

خاص وہ لفظ ہے جس کو کسی ایک معنی پر اطلاق کے لئے وضع کیا گیا ہو یا خاص ہر وہ لفظ ہے جو انفرادی طور پر معنی معلوم کے لیے وضع کیا گیا ہو[28]، جیسے: ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا﴾[29]۔ یہاں ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا خاص ہیں اور معنی معلوم کے لیے بنائے گئے ہیں۔ لہذا رکوع اور سجدہ کرنا نماز میں فرض ہیں۔

"فرائض الصلاۃ ستۃ: والرکوع والسجود۔[30] نماز میں چھ فرائض ہیں، جن میں سے رکوع اور سجدہ بھی فرض ہیں۔

وہ لفظ جو بر سبیل شمول ایسے افراد کو شامل ہو، جن کی حدود متفق ہوں[31] یا ہر وہ لفظ ہے جو ایک ساتھ کئی افراد کو شامل ہو، وہ شمول چاہے لفظی ہو جیسے مسلمون اور مشرکون یا معنوی ہو جیسے من اور ما۔[32] علامہ مرغینانی نے عام کی مثال یہ بیان کی ہے:

ولنا قوله تعالى: {فَاقْرَأُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ} [المزمل: 20] والزيادة عليه بخبر الواحد لا تجوز لكنه يوجب العمل فقلنا بوجوبها ۔[33]

ہماری دلیل اللہ کا یہ فرمان ہے: پڑھو جو تمہیں آسان لگے قران پاک سے۔ یہ حکم عام ہے اور اس پر خبر واحد کی وجہ سے زیادتی کرنا جائز نہیں ہے، لیکن عمل کو واجب کرتا ہے، پس ہم نے اس کے وجوب کا حکم دیا ہے۔

❖ مشترک ومؤول

حنفی فقہاء کے نزدیک مشترک اور مؤول کی بحث درج ذیل ہے:

مشترک وہ لفظ جو ایسے دو معنی یا کئی معانی کے لیے وضع کیا گیا ہو، جن کی حقیقتیں مختلف ہوں[34]، جیسے قروء، یہ لفظ حیض اور طہر کے درمیان مشترک ہے۔ مشترک کا حکم یہ ہے کہ لفظ جب کئی معانی میں مشترک ہو اور ان معانی میں سے کسی دلیل کی وجہ سے ایک معنی مراد لے لیا جائے تو پھر دوسرے معنی کا اعتبار کرنا درست نہیں ہو گا،[35] جیسا کہ الہدایہ میں ہے:

جب مرد اپنی بیوی کو طلاق دے بائنہ ہو یا رجعی یا ان کے درمیان تفریق ہو جائے بغیر طلاق کے، اس حال میں کہ وہ عورت آزاد ہے ان عورتوں میں سے ہے جنہیں حیض آتا ہے، تو ایسی عورت کی عدت تین قروء ہے۔ بوجہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے کہ: مطلقہ عورتیں اپنے آپ کو تین قروء روکے رکھیں[36] اور میاں بیوی کے درمیان جدائی بغیر طلاق کے بھی ہو تو یہ طلاق کے معنی میں ہوتی ہے کیونکہ عدت اس فرقت میں جو نکاح پر طاری ہوتی ہے رحم کی براءت معلوم کرنے کے لیے واجب ہوتی ہے اور رحم کی برات حیض سے ہی متحقق یا ثابت ہوتی ہے۔ ہمارے ہاں قروء سے مراد حیض ہے اور امام شافعیؒ کے ہاں طہر ہے۔ اور لفظ قرؤ حقیقت میں ان دونوں کو شامل ہے اس لیے کہ یہ لفظ اضداد میں سے ہے، جیسا کہ ابن السکیت نے کہا ہے اور لفظ قروء مشترک ہونے کی وجہ سے ان دونوں معنی کو شامل نہیں ہے۔ پس اسے حیض پر حمل

---

28 Alshashi,Nizam ul din, Usool ul Shashi,(Maktabba Haqania, Multan),P 5.
29 Al-Qu'rān 77:22.
30 Al-Marghinānī ,Ali bin Abi Bakr, Abu al-Hassan , Al-Hidāyah , Bāb Katt al-Tarique, (Maktaba al Rahaniah, urdu bazar, Lahore), 1/97.
31 Amethvi, Mulla Jiwan,Ahmad Bin Saeed, Noor ul Anwar,(Dar ul Hadith , Bayroon Bohur Gate , Multan) ,P 67.
32 Alshashi, Usool ul Shashi,P 6.
33 Al-Marghinānī, Al-Hidāyah, Kitab Ul Salat, 1/104.
34 Alshashi, Usool ul Shashi,P 9.
35 Ibid.
36 Al-Qu'rān 228:2.

کرنا اولیٰ ہے جمع کے لفظ کے ساتھ۔۔اور یہی مقصود ہے رسول اللہ کے اس فرمان کی وجہ سے کہ لونڈی کی عدت دو حیض ہیں۔[37]بیان اسی کے ساتھ ملحق ہو گا۔[38]

جب مشترک کے معنی میں سے بعض کو ظن غالب یعنی قیاس، خبر واحد یا دوسرے قرائن کے ذریعے ترجیح ہو جائے تو وہ مؤول بن جاتا ہے[39]، جیسے لفظ قروء مشترک ہے اور اس کے دو معنی ہیں، حیض وطہر۔امام ابو حنیفہؒ نے اسے بمعنی حیض احادیث کی روشنی میں لیا ہے اور اسے ترجیح دے دی ہے ۔اور جب لفظ کئی معنی کے درمیان مشترک ہو تو یہی ترجیح دیا ہوا معنی موؤل کہلاتا ہے[40]۔ اب آتے ہیں لفظ کو معنی میں استعمال کرنے کی طرف، اس میں حقیقت اور مجاز آتے ہیں:

❖ حقیقت ومجاز

حقیقت ومجاز کا بیان درج ذیل ہے:

لفظ کو لغت کے واضع نے جس چیز کے مقابلہ میں وضع کیا ہے، اسی میں استعمال ہو تو وہ حقیقت ہے جیسے اسد سے شیر مراد ہو۔[41]علامہ مرغینانیؒ نے حقیقت کہ یہ مثال الہدایہ میں بیان کی ہے:

لا يحل للرجل أن يتزوج بأمه ولا بجداته من قبل الرجال والنساء" لقوله تعالى: {حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ ۔} [النساء ٢٣] والجدات أمهات إذ الأم هي الأصل لغة أو ثبتت حرمتهن بالإجماع ۔[42]

کسی مرد کے لیے حلال نہیں ہے کہ وہ اپنی ماں سے شادی کرے اور نہ ہی اپنی دادی اور نانی سے شادی کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ حرام کی گئی ہیں تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں۔دادیاں بھی امہات میں شامل ہیں اس لیے کہ ام کا لغوی معنی ہے اصل یا اس وجہ سے کہ ان عورتوں کی حرمت اجماع سے ثابت ہے۔یہاں لفظ ام حقیقی معنوں میں استعمال ہو رہا ہے اور دادی، نانی کے لیے مجازی معنی میں استعمال ہو رہا ہے۔

لفظ جس چیز کے لیے وضع کیا ہے اس کے علاوہ کسی اور چیز میں استعمال ہو تو وہ مجاز ہے جیسے اسد سے بہادر آدمی مراد ہو۔[43]علامہ مرغینانی نے جو مثال اوپر حقیقت میں بیان کی ہے، اس میں مجاز کا تذکرہ بھی ہے، لکھتے ہیں کہ اس آیت میں لفظ ام حقیقی معنی کے اعتبار سے ماں کے لیے استعمال ہوتا ہے اور یہ لفظ مجازی طور پر دادی، نانی وغیرہ کو بھی شامل ہو گا۔[44]

❖ امرونہی

امر سے مراد ایک آدمی کا دوسرے آدمی کو کسی بات کا حکم دینا اپنے سے بڑا سمجھتے ہوئے امر کے صیغے کے ذریعے سے، جس سے وہ کام اس کے اوپر لازم ہو جائے۔[45]احناف امر کو وجوب، ندب اور اباحت تینوں صورتوں میں استعمال کرتے ہیں، امر کی تینوں صورتیں درج ذیل ہیں:

---

37 AlTrimzi, Abu Isa , Muhammad Bin Isa, Al Jamy Ul Trimzi,(Dar Ul Ghurb al Islami, Berut, 1996)Hadith No: 1182.
38 Al-Marghinānī, Al-Hidāyah, Kitab Ul Talaq , Bab Ul Idat, 2/428.
39 Alshashi, Usool ul Shashi,P 13.
40 Al-Marghinānī, Al-Hidāyah, Kitab Ul Talaq , Bab Ul Idat, 2/428.
41 Alshashi, Usool ul Shashi,P 14.
42 Al-Marghinānī, Al-Hidāyah, Kitab Ul Nikah ,Fasal Fi Bian il Muhrmat, 2/327.
43 Alshashi, Usool ul Shashi,P 14.
44 Al-Marghinānī, Al-Hidāyah, Kitab Ul Nikah ,Fasal Fi Bian il Muhrmat, 2/327.
45 Ibid.

- **امر بطور وجوب لینا:** وہ امر جو لزوم اور عدم لزوم کے قرینہ سے خالی ہو تو اس امر کو بطور وجوب کے لیں گے، جیسے:

فرائض الصلاۃ ستة: التحريمة "لقوله تعالى: {وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ} [المدثر:3] والمراد تكبيرة الافتتاح[46]

وربک فکبر، کبر امر کا صیغہ ہے اور امر وجوب کا تقاضا کرتا ہے لہذا نماز کے شروع میں تکبیر تحریمہ فرض ہوئی۔

- **امر بطور ندب لینا:** امر جب ندب کے طور پر لیا جائے تو اس کی مثال یہ ہے، جیسے:

وإذا كاتب المولى عبده أو أمته على مال شرطه عليه وقبل العبد ذلك صار مكاتبا أما الجواز فلقوله تعالى: {فَكَاتِبُوهُمْ إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا} [النور:33] وهذا ليس أمر إيجاب بإجماع بين الفقهاء، وإنما هو أمر ندب هو الصحيح۔[47]

جب آقا نے اپنے غلام یا لونڈی کو مال کی شرط پر مکاتب بنایا اور غلام نے اسے قبول کر لیا تو وہ عبد مکاتب بن جائے گا۔ بہر حال جواز کتابت اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے: اگر تم ان میں بہتری دیکھو تو ان کو مکاتب بناؤ۔ اور یہ امر وجوب کے لیے نہیں ہے۔ فقہاء کا اس پر اجماع ہے اور بے شک یہاں امر ندب کے لیے ہے اور یہی صحیح ہے۔

- **امر بطور اباحت لینا:** امر جب اباحت کے طور پر لیا جائے تو اس کی مثال یہ ہے کہ

الصيد: الاصطياد، ويطلق على ما يصاد، والفعل مباح لغير المحرم في غير الحرم لقوله تعالى: {وَإِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوا} [المائدة:2] [48]

صید، اصطیاد، اور اس کا اطلاق شکار کی جانے والی چیز پر ہوتا ہے اور ایسا کرنا مباح ہے غیر محرم کے لیے حرم کے علاوہ اور جگہ پر بوجہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے: جب حلال ہو جاؤ (احرام کھول دو) تو تم کو شکار کرنے کی اجازت ہے۔

اصولیین کے نزدیک نہی کی دو تعریفیں ہیں: ایک: اپنے سے کم درجے والے سے ترک فعل کو طلب کرنا۔ دوم: اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہوئے لاتفعل کہنا، امر کی طرح نہی کے بھی بہت سے معنی ہیں اور نہی کا موجب تحریم ہے۔ اور نہی کی تحریم یا رکنا دو چیزوں سے ہے ایک افعال حسیہ سے نہی جیسے حرام کھانا:

{وَلاَ تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ} [الأنعام:121]، نهي وهو للتحريم[49]

"اور نہ کھاؤ اس ذبیحہ سے جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اور یہ منع کرنا حرمت کے لیے ہے۔"

دوسرا تصرفات شریعہ سے نہی، جیسے:

ولا الوثنيات[50] لقوله تعالى: {وَلا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتَّى يُؤْمِنَّ} [البقرة: 221]

---

46 Al-Marghinānī, Al-Hidāyah, Kitab Ul Salat ,Bab Saift ul Salat, 1/97.

47 Al-Marghinānī, Al-Hidāyah, Kitab Ul Mukatib, 3/319.

48 Al-Marghinānī, Al-Hidāyah, Kitab Ul Sayyid, 4/504.

49 Al-Marghinānī, Al-Hidāyah, Kitab Ul Zbayh, 4/434.

50 Al-Marghinānī, Al-Hidāyah Kitab Ul Nikah ,Fasal Fi Bian il Muhrmat, 2/330.

"اور بت پرست عورتوں سے نکاح جائز نہیں بوجہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے: نہ کرو تم نکاح مشرک عورتوں سے یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں۔"

2 حدیث مبارکہ

حدیث مبارکہ مسلمانوں کے لیے رشد و ہدایت کا ذریعہ اور اسلامی قوانین کا دوسرا بڑا ماخذ ہے۔ قرآن نے رسول اللہ ﷺ کا جو مقام و مرتبہ اور آپ ﷺ کی تشریعی حیثیت بیان کی ہے، اس کا لازمی تقاضا ہے کہ آپ ﷺ کے اقوال، افعال اور تقریرات کا اتباع کیا جائے۔ چونکہ رسول اللہ ﷺ کی ذات تشریعی حیثیت رکھتی ہے، اس لیے احادیث مبارکہ فقہائے کرام کے لیے اصول استنباط میں بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔ حدیث کی تین مشہور اقسام ہیں: متواتر، مشہور اور خبر واحد۔ متواتر اور مشہور پر عمل کرنے میں کسی فقیہ کا اختلاف نہیں، البتہ خبر واحد میں اختلاف ہے۔

خبر واحد سے مراد ایسی حدیث جس کو ایک راوی سے ایک، یا جماعت سے ایک یا ایک سے جماعت نقل کرے۔ اس میں تعداد کا کوئی اعتبار نہیں، جب تک مشہور کی حد کو نہ پہنچے۔ اس سے کتاب اللہ پر زیادتی جائز نہیں۔ اس سے علم ظنی حاصل ہوتا ہے۔ احکام شریعہ میں خبر واحد پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے لیکن اس سے یقینی علم حاصل نہیں ہوتا۔ خبر واحد اس راوی کی حجت ہے جس میں اسلام، عدالت، ضبط اور عقل کی شرائط پائی جاتی ہوں۔ خبر واحد ان چار مقامات پر حجت بن سکتی ہے: الف: خالص اللہ تعالیٰ کا حق، ب: خالص بندے کا حق جس میں کسی دوسرے پر کوئی چیز لازم کی جاتی ہو، ج: خالص بندے کا حق جس میں کچھ لازم کرنا نہ ہو، د: خالص بندے کا حق جس میں کسی وجہ سے کچھ لازم کرنا ہو۔[51] امام ابو حنیفہ حدیث کے ناسخ منسوخ میں انتہائی تفحص سے کام لیتے تھے، جو حدیث رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہو جاتی اس پر عمل کرتے۔ اہل کوفہ کی حدیثوں کو ان سے بڑھ کر پہچاننے والا کوئی نہ تھا۔ وہ سختی کے ساتھ حدیث کا اتباع کرنے والے تھے۔[52] امام ابو حنیفہؒ دوسرے فقہاء کی طرح خبر واحد کو قیاس پر مقدم رکھتے تھے، قطع نظر اس سے کہ اس حدیث کا راوی فقیہ ہے یا غیر فقیہ۔[53]

3 اجماع

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد امت محمدیہ ﷺ کا دینی امور میں سے کسی امر پر اتفاق کرنا اجماع کہلاتا ہے۔ اجماع امت محمدیہ ﷺ کے اہل حل و عقد کا معتبر ہوتا ہے۔ احناف کے ہاں قولی اور سکوتی اجماع کو حجت مانا جاتا ہے۔ اس حوالے سے علامہ بزدویؒ لکھتے ہیں کہ اہل علم کا کسی ایک مسئلے پر قولی طور پر اظہار اتفاق کرنا عادتاً بہت دشوار ہے۔ کبار اہل علم فتویٰ دیتے چلے جاتے ہیں اور دوسرے اہل علم اسے تسلیم کرتے جاتے ہیں اور کسی مسئلے کے آنے کے بعد اگر کوئی شخص سکوت اختیار کرتا ہے تو ہمارے نزدیک سکوت تسلیم کا قائم مقام ہے، کیونکہ ایسے موقع پر اختلاف کے باوجود سکوت اختیار کرنا شرعاً حرام ہے اور فتویٰ کے مشہور ہو جانے کے بعد بھی۔ اس لیے کہ شہرت خفا کے منافی ہے، گویا کہ یہ فتویٰ کے عام ہونے کے قائم مقام ہو جائے گا اور یہی حکم غور و فکر کی مدت کے گزر جانے کے بعد کا بھی ہے۔[54] علامہ مرغینانیؒ نے متعدد مقامات پر اجماع صحابہ کو دلیل کے طور پر ذکر کیا ہے۔ جیسے حضرت عمر کے دور میں شرابی کی سزا کا تعیین اجماع کے زریعے کیا گیا۔ حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ عمل رہا:

51 Alshashi, Usool ul Shashi,P 51.
52 Mofiq Ibn e Ahmad Makki, Monaqib Imam Azam, (Taba Daira tul Moarif , Haiderabad , 1332H),1/82.
53 Ibid , 1/95.
54 Bazdvi, Ali Bin Muhammad , AbulHasan, Usool ul Bazdavi, (Javaid Press, Karachi,), P 242.

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ جَلَدَ فِي الْخَمْرِ بِالْجَرِيدِ وَالنِّعَالِ وَجَلَدَ أَبُو بَكْرٍ رضى الله عنه أَرْبَعِينَ فَلَمَّا وَلِيَ عُمَرُ دَعَا النَّاسَ فَقَالَ لَهُمْ إِنَّ النَّاسَ قَدْ دَنَوْا مِنَ الرِّيفِ - وَقَالَ مُسَدَّدٌ مِنَ الْقُرَى وَالرِّيفِ - فَمَا تَرَوْنَ فِي حَدِّ الْخَمْرِ فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ نَرَى أَنْ تَجْعَلَهُ كَأَخَفِّ الْحُدُودِ. فَجَلَدَ فِيهِ ثَمَانِينَ "[55]

"آپ ﷺ نے شراب کی حد میں درخت کی شاخ سے اور جوتے سے کوڑے لگائے اور ابو بکر نے چالیس کوڑے مارے پھر جب عمر کو خلیفہ بنایا گیا تو انہوں نے لوگوں کو بلایا اور ان سے کہا کہ بے شک لوگ دیہاتوں سے اور مسدد نے اپنی روایت میں کہا کہ گاؤں اور دیہاتوں سے بہت قریب ہو گئے ہیں پس شراب کی حد کے بارے میں تمہارے کیا رائے ہے تو حضرت عبدالرحمان بن عوف نے فرمایا کہ ہمارا خیال تو یہ ہے کہ آپ شراب کی ہلکی سے ہلکی سزا مقرر کریں تو حضرت عمر نے شراب پینے میں اسی کوڑے مقرر فرمائے۔"

وحد الخمر والسكر في الحر ثمانون سوطا " لإجماع الصحابة رضي الله عنهم.[56]

اس بات پر صحابہ کا اجماع ہے کہ آزاد شرابی کی سزا اسی کوڑے ہے، جو عمر نے صحابہ سے مشورہ کے بعد مقرر فرمائی۔

4 قیاس

قیاس کی تعریف میں جو بنیادی بات اصولیین اور فقہاء کے ہاں نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ غیر منصوص مسئلہ کو منصوص مسئلہ کے ساتھ علت میں اشتراک کی بنیاد پر منتقل کیا جاتا ہے۔ علامہ مرغینانیؒ کا اسلوب یہ ہے کہ ممکنہ حد تک ہر مسئلہ پر نقلی دلیل کے بعد عقلی دلیل پیش کرتے ہیں اور یہ عقلی دلیل در حقیقت قیاس ہی ہوتا ہے تاہم نقلی دلیل کے بعد اگر اس کا ذکر ہو تو اس کا تذکرہ صرف تائید کے لئے ہوتا ہے جس سے یہ امر معلوم کرانے کی کوشش ہوتی ہے کہ یہ مسئلہ عقل اور نقل دونوں کے میزان پر پورا اترتا ہے اور اگر نقلی دلیل نہ ملتی ہو اور صرف عقلی دلیل کا تذکرہ ہو تو اس کو بطور تعلیل اور دلیل کے پیش کرتے ہیں، جیسے اس مسئلہ میں لکھتے ہیں:

وإن حاذته امرأة وهما مشتركان في صلاة واحدة فسدت صلاته إن نوى الإمام إمامتها والقياس أن لا تفسد وهو قول الشافعي رحمه الله اعتبارا بصلاتها حيث لا تفسد وجه الاستحسان ما رويناه وأنه من المشاهير وهو المخاطب به دونها فيكون هو التارك لفرض المقام فتفسد صلاته دون صلاتها كالمأموم إذا تقدم على الإمام.[57]

اگر عورت مرد کے برابر یا ساتھ کھڑی ہو اور وہ ایک ہی نماز میں ہوں تو مرد کی نماز فاسد ہو جائے گی، حالانکہ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ فاسد نہ ہو اور یہ امام شافعی کا قول ہے، انہوں نے مرد کی نماز کو عورت کی نماز پر قیاس کیا ہے کہ جب عورت کی نماز فاسد نہیں ہوتی تو مرد کی بھی نہیں ہونی چاہیے۔

5 قول صحابی

55 Al-Muslim,Muslim Bin Al Hajaj, Sahih Muslim, Kitāb ul Hadud, Bāb Had Ul Khamur, (Dār Ihya ul Kutab Alarbia, Alqahirah, 1334 AH), Hadith No:1706.

56 Al-Marghinānī, Al-Hidāyah Kitab Ul Hadud Bab Had ul Sharb, 2/517.

57 Al-Marghinānī, Al-Hidāyah, Kitab Ul Salat ,Bab ul Imamat, 1/127.

اقوال صحابہ میں سے وہ قول جو مدرک بالقیاس نہ ہو تو وہ حجت ہے، البتہ اگر مدرک بالقیاس ہو تو جمہور احناف کے نزدیک وہ حجت ہے ۔جب کہ بعض اس کی عدم حجیت کی طرف بھی گئے ہیں۔[58] امام ابو حنیفہؒ کا دستور یہ تھا کہ اگر کسی مسئلہ میں نص سے دلیل نہ ملتی اور اس مسئلہ میں صحابہ کرام کے اقوال موجود ہوتے، تو قیاس سے گریز کرتے اور جب اس مسئلہ کے بارے میں صحابہ کا متفقہ قول یا خلفائے راشدین کا فیصلہ مل جاتا، تو اس سے استدلال کرتے۔ اگر ایسی صورت نہ ہوتی بلکہ صحابہ کرام کے متعدد اقوال اور فتاویٰ موجود ہوتے، تو ان اقوال میں سے کسی ایک کا قول ترجیحی طور پر مسئلہ کے لئے دلیل بنا لیتے۔ علامہ مرغینانیؒ نے الہدایہ میں صحابہ کے اقوال اور آراء سے استدلال کیا ہے، جیسے حاملہ کی عدت کے حوالے سے حضرت ابن مسعود کا قول یہ ہے:

وإن كانت حاملا فعدتها أن تضع حملها لإطلاق قوله تعالى وَأُولاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ [الطلاق: ٤] وقال عبد الله بن مسعود من شاء باهلته أن سورة النساء القصرى نزلت بعد الآية التي في سورة البقرة وقال عمر رضي الله عنه لو وضعت وزوجها على سريره لانقضت عدتها وحل لها أن تتزوج۔[59]

اگر متوفیٰ عنہا زوجہ حاملہ ہے تو اس کی عدت یہ ہے کہ وہ اپنے حمل کو جنم دے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اور حمل والی عورتوں کی عدت بچہ پیدا ہونے تک ہے[60] اور عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کہ جو شخص چاہے میں اس سے مباہلہ کر سکتا ہوں کہ سورۃ نساء قصریٰ (سورہ طلاق) اس آیت کے بعد نازل ہوئی، جو سورہ بقرہ میں ہے اور حضرت عمر نے کہا کہ اگر عورت نے اسی حالت میں وضع حمل کیا کہ اس کا شوہر تختہ میت پر ہے تو بھی اس کی عدت گزر گئی ہے اور اس عورت کے لیے حلال ہو گیا کہ دوسرے شوہر سے نکاح کر لے۔

6 استحسان

حنفی فقہاء کے نزدیک استحسان بطور مصدر استعمال کیا جاتا ہے۔ جہاں جہاں قیاس کے نتیجے میں فساد کا اندیشہ ہوتا ہے اور معاملات میں ناقابل تلافی بگاڑ کا خطرہ لاحق ہوتا ہے تو کسی ایسی صورت کے لیے اس کے نظائر کے حکم کی بجائے کوئی دوسرا حکم تجویز کرنا، کسی ایسی دلیل کی بناء پر جو قوت کے ساتھ اس کا تقاضا کرتی ہو، یہ استحسان کہلاتا ہے۔ علامہ مرغینانیؒ نے انتہائی کثرت کے ساتھ ایسے مسائل کا ذکر کیا ہے جن کی بنیاد استحسان پر ہے۔ اور ایسے مسائل ہدایہ کی چاروں جلدوں میں ذکر کیے گئے ہیں، جیسے:

فإن وقعت فيها بعرة أو بعرتان من بعر الإبل أو الغنم لم تفسد الماء " استحسانا. والقياس أن تفسده لوقوع النجاسة في الماء القليل وجه الاستحسان أن آبار الفلوات ليست لها رؤوس حاجزة والمواشي تبعر حولها فتلقيها الريح فيها فجعل القليل عفوا للضرورة ولا ضرورة في الكثير وهو ما يستكثره الناظر إليه۔[61]

جب کنویں میں اونٹ یا بکری کی ایک یا دو مینگنیاں گر جائیں تو پانی فاسد نہیں ہوتا استحسان کی وجہ سے، حالانکہ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ پانی فاسد ہو جائے لیکن استحسان کی وجہ یہ ہے کہ عمومی طور پر جنگلات کے کنوؤں کے اوپر منڈیر نہیں ہوتی اور مویشی اس کے ارد گرد مینگنیاں کرتے رہتے ہیں اور یہ ہوا کے ساتھ اڑ کر کنویں میں گر جاتی ہیں پس مینگنیوں کی تھوڑی مقدار کو ضرورت کی وجہ سے معاف کر دیا گیا۔

58 Al Bikhari, Abdul Aziz, Kushf Ul Israr Fi Usool ul Bazdavi,(Dar Ul Kutub ul Ilmiah, Berut,1997),3/323.

59 Al-Marghinānī, Al-Hidāyah, Kitab Ul Iddat, 2/428.

60 Al-Qu'rān 4:65.

61 Al-Marghinānī, Al-Hidāyah, Kitab Ul Tharat, 1/40.

7 عرف وعادت

کوئی چیز معتبر عرف کی حیثیت اس وقت اختیار کرتی ہے جب لوگوں کی غالب اکثریت اس پر تسلسل و تکرار کے ساتھ عمل پیرا ہو۔ محض چند لوگوں کا عمل حجت نہیں ہوتا۔ ان تمام صورتوں کو عرف سے خارج کر دیا گیا ہے جو طبائع سلیمہ کے نزدیک ناپسندیدہ اور شرعی نصوص سے متصادم ہوں۔ علامہ مرغینانیؒ نے الہدایہ میں ایمان، نذر کے مسائل میں اس سے استدلال کیا ہے، جیسے:

والحلف بحروف القسم وحروف القسم الواو كقوله والله والباء كقوله بالله والتاء كقوله تالله'وقد يضمر الحرف فيكون حالفا كقوله الله لا أفعل كذا " لأن حذف الحرف من عادة العرب إيجازا وقال أبو حنيفة: إذا قال وحق الله فليس بحالف وهو قول محمد رحمه الله وإحدى الروايتين عن أبي يوسفؒ رواية أخرى أنه يكون يمينا لأن الحق من صفات الله تعالى وهو حقيته فصار كأنه قال والله الحق والحلف به متعارف۔[62]

حروف قسم تین ہیں۔ واؤ، ب، ت۔ مثلا واللہ، باللہ، تاللہ۔ علامہ مرغینانیؒ فرماتے ہیں کہ عرب والوں کی یہ عادت ہے کہ کبھی کلام کو مختصر کرنے کے لیے حرف قسم کو حذف کر دیتے ہیں جیسے اللہ لا افعل کذا اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں اگر کوئی یوں قسم کھائے وحق اللہ یعنی اللہ کے حق کی قسم، تو امام صاحب کے نزدیک یہ قسم اٹھانے والا نہیں سمجھا جائے گا۔ لیکن امام ابو یوسفؒ کا ایک قول یہ ہے کہ حالف ہو گا، کیونکہ حق اللہ پاک کی صفات میں سے ہے گویا کہ اس نے یوں کہا واللہ الحق۔ یعنی اور اللہ حق کی قسم، اور ان الفاظ کے ساتھ قسم اٹھانا عرف ہے۔

8 شرائع ما قبل

شرائع ما قبل کے حوالے سے احناف کا مؤقف یہ ہے کہ اگر وہ منسوخ ہوئی ہیں تو اس صورت میں ان پر عمل نہیں کیا جائے گا، البتہ اگر اس کے بارے میں شریعت اسلامیہ نے منسوخ ہونے کا حکم نہ دیا ہو تو اس کا اتباع لازم ہے۔ شریعت محمدی ﷺ میں اسے منسوخ نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس کی توثیق کی گئی ہے اور اس کے حکم کو برقرار رکھا گیا ہے، لیکن اس کے لیے شرط یہ ہے کہ ان احکام کی صراحت نصوص شرعیہ میں موجود ہو۔ قرآن مجید میں تورات کے احکام کو شریعت محمدیہ ﷺ میں ویسے ہی رکھا گیا ہے، جیسے قصاص کے قوانین۔ علامہ مرغینانیؒ نے شرائع ما قبل کے حوالے سے باب القصاص فی مادون النفس میں اسے ذکر کیا ہے:

ومن قطع يد غيره عمدا من المفصل قطعت يده وإن كانت يده أكبر من اليد المقطوعة،لقوله تعالى: وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ[المائدة: 45] وهو ينبئ عن المماثلة، فكل ما أمكن رعايتها فيه يجب فيه القصاص وما لا فلا ۔[63]

جس شخص نے جان بوجھ کر کسی دوسرے کا ہاتھ کلائی سے کاٹ دیا تو اس کا ہاتھ بھی کاٹا جائے گا اگرچہ اس کا ہاتھ کٹے ہوئے ہاتھ سے بڑا ہو اللہ کے اس قول کی وجہ سے: اور زخموں میں قصاص ہے۔ اور قصاص کا مطلب ہے برابری، ہر وہ زخم جہاں برابری ممکن ہو وہاں قصاص واجب ہو گا اور جہاں برابری ممکن نہ ہو تو قصاص بھی واجب نہیں ہو گا۔

9 سد الذرائع

---

62 Al-Marghinānī, Al-Hidāyah, Kitab Ul Iman, 2/478.

63 Al-Marghinānī, Al-Hidāyah, Kitab Ul Jinayat,Babul Qisas, 4/564.

ان تمام راستوں کا بند کرنا جن کا استعمال بنی نوع انسان کے لیے نقصان کا باعث ہوں اور فائدہ کی طرف لے جانا یعنی برائی کے راستے مسدود کرتے ہوئے لوگوں کو خیر کی طرف لے جانا۔ علامہ مرغینانیؒ نے بھی اس مصدر سے استدلال کیا ہے، جیسا کہ وہ لکھتے ہیں کہ

ویکرہ لهن حضور الجماعات یعنی الشواب منهن لما فیه من خوف الفتنة۔[64]

نوجوان عورتوں کے لیے جماعتوں میں حاضر ہونا مکروہ ہے کیوں کہ ان کی حاضری میں فتنہ کا خوف ہے۔ حضرت عمر نے نوجوان عورتوں کو مساجد میں آنے سے روک دیا۔ فتنے کے خوف سے[65]، لیکن بوڑھی عورت نماز کی ادائیگی کے لیے مسجد آسکتی ہے۔

5. اہل ظواہر کے اصول اجتہاد

فقہ ظاہری کے بنیادی اصول استنباط تو قرآن و حدیث ہی ہیں۔ اس کے علاوہ یہ قول صحابی، اجماع، دلیل اور استصحاب کو بھی حجت تسلیم کرتے ہیں فقہ ظاہری کے اصول اجتہاد کی تفصیل حسب ذیل ہے:

1 قرآن مجید

قرآن وہ کتاب ہے جو مصاحف میں مکتوب ہو، آفاق عالم میں مشہور ہو اور اس کے اندر بیان کے گئے احکام کی بجاآوری واجب ہو۔ پس قرآن ہی اصل میں مرجوع الیہ ہے۔[66] تمام فقہاء اور مختلف مسالک کے لوگ اس بات پر متفق ہیں کہ سب سے پہلے کسی مسئلہ کا استنباط قرآن مجید سے ہی ہوگا، اس حوالے سے ابن حزم لکھتے ہیں:

ولا خلاف بین أحد من الفرق المنتمیة إلى المسلمین من أهل السنة والمعتزلة والخوارج والمرجئة والزیدیة في وجوب الأخذ بما في القرآن۔[67]

مسلمانوں کی طرف منسوب تمام فرقوں میں قرآن سے وجوب اخذ کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں، خواہ وہ اہل سنت ہوں، معتزلہ، خوارج، مرجئہ یا زیدیہ۔

ابن حزم کے نزدیک جب قرآن سے مسئلہ اخذ کریں گے تو فقہ کے درج ذیل اصول مد نظر رکھیں گے:

- قرآن کی تفسیر یا تو قرآن سے یا حدیث یا اجماع صحابہ کرام سے کی جائے گی۔[68]
- قرآن میں موجود فقہی اصطلاحات کے ظاہری معانی کو چھوڑ کر ان کے شرعی معانی مراد لیے جائیں گے، جیسے صلوٰۃ، زکوٰۃ، حج اور صوم کے شرعی معانی مراد لیے جائیں گے۔[69]
- ابن حزم ظاہری قرآن سے احتجاج کرتے ہیں، کہ قرآن کا امر وجوب کے لیے اور نہی تحریم کے لیے ہے۔ اسی طرح عام کا لفظ اپنے عموم پر رہے گا کیونکہ اس کا عام ہونا ظاہر ہے مگر جب کسی دوسرے فعل سے اس کا استثناء، تخصیص یا تنسیخ ثابت ہو جائے تو پھر اس کا عموم ختم ہو جائے گا، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

64 Al-Marghinānī, Al-Hidāyah, Kitab Ul Salat ,Bab ul Imamat, 1/128.
65 Abu ul Muali , Burhan ud din , Mahmood Bin Ahmad , AlMoheet ul Burhani Fil Fihqhul Nomani Fiqh AlImam Abi Hanifa, Al Fasal Fi Salatul Idayn , (Dar ul Kutub ul Ilmiah , Berut , 1424H/ 2004),2/102.
66 Ibn e Hazm ,Ali bin Ahmad Bin Saeed, Al-Ahkam Fi Usool ul Ahkam, (Dār ul Kutub ul Ilmiah, Beirut), 1/94.
67 Ibid.
68 Ibid, 1/70.
69 Ibid, 1/95.

إِنْ يَنْتَهُوا يُغْفَرْ لَهُمْ مَا قَدْ سَلَفَ۔ [70] "اگر وہ باز آجائیں تو وہ ان کے سابقہ گناہ بخش دے گا۔"

اس میں ان کا لفظ شرط کے لیے آیا ہے جو کہ عام ہے تو ابن حزم کے مطابق یہ مشرک و غیر مشرک سب کو شامل ہے۔ تمام اصحاب ظاہر کا یہ قول ہے کہ قرآن مجید اور رسول اللہ ﷺ کے کلام میں وارد اوامر و نواہی کے ظاہر کو لیا جائے گا اور وجوب پر محمول کیا جائے گا، سوائے اس کے کہ ان اوامر و نواہی کو وجوب سے ندب، کراہت یا اباحت کی طرف پھیرنے والی کوئی دلیل ہو، ورنہ اوامر و نواہی کو وجوب کے علاوہ کسی اور چیز پر محمول کرنا جائز نہیں ہے۔ [71]

- نص کی تاویل نہیں کی جائے گی اور ظاہری مفہوم ہی لیا جائے گا، جیسا کہ ابن حزم لکھتے ہیں:

وَلَا يحل لأحد أَن يحِيل آيَة عَن ظَاهرهَا وَلَا خَبرا عَن ظَاهِرَة لِأَن الله تَعَالَى يَقُول {بِلِسَان عَرَبِيّ مُبين ، الشعراء:59} وَقَالَ تَعَالَى ذاما لقوم {يحرفُونَ الْكَلم عَن موَاضعه،المائدہ:13}[72]

کسی آیت یا خبر کو اس کے ظاہر سے پھیرنا کسی کے لیے بھی جائز نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ یہ قرآن عربی مبین میں ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس قوم کی مذمت فرمائی ہے جو کلمات کو اس کے ظاہر سے پھیر دیتے ہیں۔

2 حدیث مبارکہ

شریعت اسلامی کا دوسرا ماخذ حدیث نبوی ﷺ ہے جو قرآن کے احکام اور تشریح کی تکمیل کرتا ہے۔ اس حوالے سے ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ احکام شریعت میں قرآن اصل مرجع ہے۔ قرآن میں رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کو واجب کیا گیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان اپنے رسول کی صفت میں یہ ہے کہ وہ اپنی خواہش سے نہیں بولتے مگر وہی بولتے ہیں جو ان کی طرف وحی کیا گیا ہو[73]۔ آیات قرآنیہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ احادیث مبارکہ اصول ثلاثہ (قران، حدیث اور جماع) میں سے ایک اصل ہے۔[74]

ابن حزم صرف اقوال ہی کو حجت قرار دیتے ہیں۔ ان کی رائے میں صرف اقوال سے شرائع و احکام کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ ابن حزمؒ اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تبلیغ پر مامور تھے اور تبلیغ قول سے ہوتی ہے آپ ﷺ کے اقوال ہمارے لئے نمونہ ہیں اور نمونہ مستحسن ہوتا ہے، واجب نہیں۔ اس کی دلیل میں یہ قرآنی آیت پیش کرتے ہیں: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ[75]

ابن حزم کے مطابق اگر نمونہ پر عمل کرنا واجب ہوتا، تو آیت کے الفاظ یوں ہوتے " لَقَدْ كَانَ عَلَيْكُمْ "۔ ان الفاظ سے نمونہ پر عمل پیرا ہونا مومنین پر واجب ہو جاتا اور یہ نہ کہا جاتا کہ آپ ان کے لئے نمونہ ہیں[76]۔ ابن حزم کی رائے میں رسول اللہ ﷺ کے افعال اس صورت میں واجب ہوتے ہیں جب آپ ﷺ عملاً کتاب و سنت کے کسی حکم کو نافذ فرما رہے ہوں یا اس فعل کے ساتھ امر بھی مقرون و متصل ہو مثلاً فرمایا :صلوا كما رايبتموني ،اصلي۔[77] نماز ایسے پڑھو جیسے مجھے نماز پڑھتے دیکھتے ہو۔

- **خبر واحد:** ابن حزم خبر واحد کی حجیت کے قائل ہیں۔ ان کے نزدیک خبر واحد کی تعریف اور حکم یہ ہے کہ

---

70 Al-Qu’rān 38: 8.
71 Ibn e Hazm, Al-Ahkam, Al Juz al Salis, 1/275.
72 Ibn e Hazm, Al Nabaz Fi Usool ul Fiqh,P 36-37.
73 Al-Qu’rān 4: 53.
74 Ibn e Hazm, Al-Ahkam, Al Juz ul Awal, 1/95.
75 Al-Qu’rān 21: 33.
76 Ibn e Hazm, Al-Ahkam, Al Juz ul Sani, 2/150.
77 Al-Bukhārī, Muhammad Bin Ismail,Al-Jāmeo Al-Sahih, Kitāb Ul āzan, Bāb āzan ul Musafir, (Dār Taūq al-Najāt, Beirut, 1442 AH), Hadith No: 631.

ما نقله الواحد عن الواحد فهذا إذا اتصل برواية العدول إلى رسول الله ﷺ وجب العمل به ووجب العلم بصحته أيضا۔[78] ایک آدمی دوسرے ایک شخص سے روایت کرے اور بروایت عدل وثقات اس حدیث کا سلسلہ رسول اللہ ﷺ سے جا ملے۔ ایسی خبر واحد پر عمل کرنا واجب ہے اور اس کی صحت پر یقین رکھنا بھی واجب ہے۔

- **حدیث مرسل:** ابن حزم کے نزدیک مرسل وہ حدیث ہے جس کی سند کے راویوں میں سے ایک یا دو راوی ساقط ہوں۔ مرسل روایت غیر مقبول ہو گی اور یہ دلیل نہیں بنے گی، اس لیے کہ یہ روایت مجہول راویوں سے ہے۔ یہاں تک کہ ہمیں اس جھوٹے ہوئے راوی کا حال معلوم ہو جائے۔[79] ابن حزم متصل احادیث کی تائید میں مرسل احادیث لانے کے بارے میں لکھتے ہیں کہ وأما المرسل الذی لا إجماع علیه فهو مطروح علی ما ذکرنا لأنه لا دلیل عن قبوله البتة فهو داخل فی جملة الأقوال التی إذا جمع علیها قبلت وإذا اختلفت فیها سقطت وهی کل قولة لم یأت بتفصیلها باسمها نص ۔[80] ایسی مرسل روایت جس پر اجماع نہ ہو تو وہ ساقط ہو گی جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے کیونکہ اس کے قبول کرنے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ پس یہ ان جملہ اقوال میں داخل ہو گی کہ جب ان پر اجماع ہو جائے تو قبول کیے جائیں اور جب ان میں اختلاف ہو جائے تو ساقط ہو جائیں اور یہ ہر وہ قول ہے جس کی تفصیل کے بارے میں نص وارد نہ ہوئی ہو۔
- **قول صحابی:** ابن حزم صرف وہ قول صحابی بطور استدلال لیتے ہیں کہ جس کی کسی نے مخالفت نہ کی ہو، ورنہ وہ قول صحابی کو حجت نہیں مانتے، جیسے مسئلہ مال مسروقہ میں حفاظت شرط ہے یا نہیں؟ اس بارے میں حضرت عثمان بن عفان ایک روایت لائے ہیں جو کہ ان کے بیٹے ابان بن عثمان سے روایت ہے کہ ان کے باپ عثمان نے ایسے شخص پر تاوان لگایا کہ جس نے ایک احرام والے کی اونٹنی کو ہلاک کر دیا، حضرت عثمان نے اس کی اونٹنی کی قیمت پر تہائی مال، جو کی اس کی قیمت سے زائد تھا اس پر تاوان لاگو فرمایا، قتل عمد کی صورت میں۔ حضرت عثمان سے یہ صحیح ترین اثر ہے جس کی کسی صحابی نے بھی مخالفت نہیں کی۔[81]

3 اجماع

ابن حزم کے نزدیک فقہ ظاہری کا قرآن وحدیث کے بعد تیسرا ماخذ اجماع ہے۔ اس حوالے سے وہ الاحکام میں لکھتے ہیں کہ ایسا اجماع، جو متواتر ہو اور کسی ایسے دینی مسئلہ سے متعلق ہو جو رسول اللہ ﷺ تک جا کر مل جائے، تو یہ قابل قبول ہے، لیکن ایسا اجماع جو بغیر نص کے ہو انعقاد پذیر نہیں ہو سکتا، بلکہ یہ کفر اور گمراہی ہو گا۔ یہی وجہ ہے کہ ابن حزم ہر اس قول کو قبول نہیں کرتے جس کا تقاضا یہ ہو کہ اجماع نص کے بغیر بھی منعقد ہو سکتا ہے یعنی نص ہمیشہ اجماع کا، رکن ہوا کرتی ہے اور اس امر میں رسول اللہ کی تعلیم اور تلقین بھی ضروری ہے۔ اس حوالے سے ابن حزم لکھتے ہیں کہ نص کے بغیر اجماع کا تصور ممکن نہیں۔ یہ نص یا تو رسول اللہ کا فرمان ہو گا جو کتب حدیث میں منقول و محفوظ ہے، یا فعل ہو گا جو قول کی طرح آپ ﷺ سے منقول ہے، یا تقریر یہ بھی کتب حدیث میں محفوظ ہیں۔ ان وجوہات کے علاوہ جو شخص کسی بات پر انعقاد اجماع کا دعویٰ کرے گا تو ہم اسے صحت دعویٰ ثابت کرنے کی تکلیف دیں گے۔[82]

---

78 Ibn e Hazm, Al-Ahkam, Al Juz ul Awal, 1/106.
79 Ibn e Hazm, Al-Ahkam, Al Juz ul Sani, 1/145.
80 Ibid, 1/206.
81 Ibn e Hazm ,Ali bin Ahmad Bin Saeed, Al-Moḥallā bil-Aasār, Kitāb al- Ḥudūd, , (Dār al-Aafāq al-jaīdidah, Beirut), 11/325.
82 Ibn e Hazm, Al-Ahkam, Al Juz ul Rabay, 1/545.

ابن حزم اجماع کے مراتب کے حوالے سے یوں درجہ بندی کرتے ہیں کہ ہر وہ بات اجماع ہو گی جس کا تعلق شرعی مسئلہ سے ہو اور اس مسئلہ شرعی پر اتفاق خواہ صحابہ کا ہو یا تابعین کا یا تبع تابعین کا یا علماء کرام کا، لیکن اس اتفاق کی بنیاد نص پر مبنی ہو اور اس سے پہلے اس شرعی مسئلہ پر کسی نے اختلاف بھی نہ کیا ہو۔[83]

جب کسی مسئلہ کے بارے میں صحابہ کرام یا تمام فقہائے امت کا اجماع ہو، اسے دلیل کے طور پر بیان کرتے ہیں، جیسے قربانی والے مسئلہ میں کہ اونٹ یا گائے سات آدمیوں کی طرف سے کفایت کرتے ہیں یا نہیں؟ ابن حزم فرماتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا عمل ہے:

"نَحَرَ الْبَدَنَةَ، عَنْ سَبْعَةٍ, وَالْبَقَرَةَ، عَنْ سَبْعَةٍ.قال أبو محمد: فَصَحَّ هَذَا، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ إِجْمَاعٌ مِنَ الصَّحَابَةِ كَمَا أَوْرَدْنَا"[84]

"رسول اللہ ﷺ نے اونٹ اور گائے کو سات آدمیوں کی طرف سے ذبح فرمایا۔ ابو محمد فرماتے ہیں کہ یہی عمل رسول اللہ ﷺ سے صحیح ثابت ہے اور اسی پر صحابہ کرام کا اجماع ہے۔"

اسی طرح ابن حزم اجماع کی ایک قسم اقل ما قیل کا تذکرہ بھی کرتے ہیں، ان کے بقول اقل ما قیل سے مراد حکم کی وہ کم سے کم مقدار جس پر سب فقہاء متفق ہوں اور جس سے فرض ذمہ سے ساقط ہو جائے[85] یا کسی اختلافی معاملے میں علمائے اسلام کا مشترک نقطہ نظر جس پر سب کا اتفاق ہو اور اسے اجماع کی اقسام میں سے ایک قسم سمجھا جاتا ہے۔ ہم اقل ما قیل کو یقینی طور پر حق سمجھتے ہیں۔ اس پر سب کا اتفاق ہوتا ہے اور سب کا متفق ہونا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ جس پر سب کا اتفاق ہو اسے اختیار کرنا فرض ہے۔[86]

4 دلیل

جمہور اہل ظواہر کا قول یہ ہے کہ جب خطاب مذکورہ بالا صفت کے ساتھ وارد ہو تو یہ اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ یہ حکم اپنے ماسوا کے خلاف ہے، بلکہ یہ خطاب دلیل پر موقوف ہو گا۔[87] اگرچہ کچھ لوگوں نے دلیل اور قیاس کو ایک سمجھا، لیکن ابن حزم دلیل کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

ظن قوم بجهلهم أن قولنا بالدليل خروج منا عن النص والإجماع وظن آخرون أن القياس والدليل واحد فأخطؤوا في ظنهم أفحش خطأ۔۔۔الدليل مأخوذ من النص ومن الاجماع ۔[88]

لوگوں نے اپنی جہالت کے سبب سمجھا کہ ہم اپنے مصدر دلیل کی وجہ سے نص و اجماع سے نکل رہے ہیں اور کچھ لوگوں نے سمجھا کہ قیاس اور دلیل ایک ہی چیز کے دو نام ہیں تو انہوں نے اپنے گمان میں فحش خطا کی۔۔۔ دراصل دلیل تو نص یا اجماع سے براہ راست ماخوذ ہوتی ہے۔

ابن حزم کے نزدیک دلیل براہ راست نص و اجماع سے ماخوذ اور ان کی پیداوار ہوتی ہے۔ نص و اجماع میں علت کا استخراج کر کے دلیل کو ان دونوں پر محمول نہیں کیا جاتا بلکہ دلیل نص و اجماع کی ذات سے براہ راست نکالی جاتی ہے لہٰذا دلیل اور قیاس ایک چیز نہیں ہیں۔ قیاس

83 Ibn e Hazm ,Ali bin Ahmad , Muratab ul Ijma Fil Ibadat ,(Dār ul Kutub ul-Ilmiah, Beirut),P 12.
84 Ibn e Hazm, Al-Moḥallā, 7/152.
85 Ibn e Hazm, Al-Ahkam, Al Juz ul Khamis, 2/47.
86 Ibid.
87 Ibn e Hazm, Al-Ahkam, Al Juz ul Sabay, 2/355.
88 Ibn e Hazm, Al-Ahkam, Al Juz ul Khamis, 2/100.

نص سے استخراج علت پر مبنی ہوتا ہے پھر جہاں وہ علت پائی جاتی ہے اسے نص کا حکم دے دیا جاتا ہے اس کے خلاف دلیل بذات خود نصوص سے اخذ کی جاتی ہے۔[89]

5 **استصحاب**

استصحاب سے مراد جو چیز جس حالت میں پہلے سے موجود تھی اس کو اس وقت تک اسی طرح اس حالت میں باقی سمجھنا جب تک کوئی ایسا سبب موجود نہ ہو جو اس کو تبدیل کر دے۔ جیسے مرتد کی توبہ کے حوالے سے ابن حزم فرماتے ہیں کہ وہ فقہاء جن کا قول یہ ہے کہ مرتد سے ایک مرتبہ توبہ کرنے کا مطالبہ کیا جائے گا، ورنہ قتل کر دیا جائے گا۔ اس کی دلیل میں وہ لکھتے ہیں کہ پس مرتد سے توبہ کا مطالبہ کرنا اور اپنے رب کے طریقہ کی طرف بلانا حکمت اور موعظہ حسنہ کے ساتھ، یہی فعل خیر ہے۔ پس ایسا کرنا واجب ہے اور ایسا کرنے والا مصلح ہے اور اسی لیے آپ ﷺ نے حضرت علی سے فرمایا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ تیری وجہ سے ایک شخص کو بھی ہدایت دے دے تو وہ تیرے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔ وہ فقہاء کہتے ہیں کہ اس حکم سے کنارہ کشی کرنا مناسب نہیں ہے اور ایسے ہی حضرت عثمان، علی اور ابن مسعود نے کیا۔[90]

6. احناف اور اہل ظواہر کے اصول اجتہاد کی عصری معنویت :

فقہائے احناف اور ظواہر کے ہاں اجتہاد و استنباط کے اصولوں میں کچھ چیزیں مشترک ہیں اور کچھ مختلف، جو کہ درج ذیل ہیں:

1 دونوں فقہاء کے نزدیک قرآن مجید اور سنت رسول اللہ ﷺ مشترک ہیں لیکن ظواہر ان دونوں مصادر کی ظاہری صورت ہی لیتے ہیں۔ نص کے ظاہر کا تعین کرنے میں ظواہر عموماً لغت یا عقلی مقدمات سے مدد لیتے ہیں اور کنایہ کو چھوڑ کر صرف مجاز ہی لیتے ہیں۔

2 خبر واحد کی حجیت پر فقہائے احناف اور ظواہر دونوں کا اتفاق ہے البتہ مراسیل کی حجیت کے بارے دونوں متفق نہیں ہیں۔ احناف کے نزدیک ثقہ اور عادل راوی کا ارسال قابل حجت ہے جب کہ ظواہر کے مطابق مراسیل قابل حجت نہیں ہیں۔

3 اجماع بہر صورت فقہائے احناف اور ظواہر دونوں کے نزدیک مستقل مصدر اور قابل حجت ہے۔ البتہ دونوں اجماع اہل مدینہ کی تخصیص کو تسلیم نہیں کرتے۔

4 جہاں تک قیاس کا تعلق ہے فقہائے احناف کے نزدیک یہ ایک مستقل مصدر کی حیثیت رکھتا ہے اور اس کے بغیر فقہ حنفی ادھوری ہے لیکن ظواہر قیاس اور رائے کی نفی کرتے ہیں۔

5 استحسان اور عرف یہ دونوں مصادر احناف کے نزدیک حجت ہیں جب کہ ظواہر کے مطابق یہ مصادر قابل حجت نہیں ہیں۔

6 احناف کے ہاں قول صحابی اور ما قبل شرائع حجت ہیں جب کہ ظواہر کے ہاں حجت نہیں ہیں۔

7 دلیل کو فقہائے ظواہر مستقل مصدر کی حیثیت سے تسلیم کرتے ہیں اور یہ ان کے نزدیک چوتھا مصدر ہے لیکن فقہائے احناف اسے قابل حجت تسلیم نہیں کرتے، بلکہ اسے قیاس ہی کا نام دیتے ہیں۔

8 قیاس اور استحسان جیسے اصول اجتہاد کی موجودگی میں فقہائے احناف استصحاب کو حجت تسلیم نہیں کرتے جب کہ ظواہر استصحاب کو حجت تسلیم کرتے ہیں اور اس سے مسائل کا استنباط بھی کرتے ہیں۔

9 اقل ما قیل کو مسائل کے استنباط میں ظواہر تو استعمال کرتے ہیں لیکن احناف اسے حجت تسلیم نہیں کرتے۔

---

89 Ibid.

90 Ibn e Hazm, Al-Moḥallā, 11/192.

7. نتائج مباحث:

مذکورہ بالا بحث سے جو نتائج اخذ ہوتے ہیں، وہ یہ ہیں:

1. احناف اور ظواہر کے اصول اجتہاد میں قرآن وسنت اور اجماع کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔
2. قیاس کے بغیر فقہ حنفی ادھوری ہے کیونکہ احناف کو قیاس کی وجہ سے اہل الرائے کہا جاتا ہے، جب کہ ظواہر قیاس کی ببانگ دہل نفی کرتے ہیں۔
3. احناف کے ہاں قول صحابی اور ما قبل شرائع اصول اجتہاد میں شامل ہیں، جب کہ ظواہر ما قبل شرائع کو حجت نہیں مانتے۔
4. استصحاب اور دلیل کو ظواہر حجت مانتے ہیں لیکن احناف نہیں۔
5. اقل ما قیل اجماع کی ایک قسم سے ہی ہے جس کو اہل ظواہر حجت تسلیم کرتے ہیں لیکن احناف استحسان کو اصول اجتہاد میں شمار کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک اقل ما قیل حجت نہیں ہے۔
6. استحسان، عرف اور سد الذرائع احناف کے ہاں مستقل مصدر کی حیثیت رکھتے ہیں جب کہ ظواہر ان کو حجت تسلیم نہیں کرتے۔
7. احناف اور ظاہریوں کے اصول اجتہاد میں بہت زیادہ فرق ہے۔
8. جب دونوں مکاتب فقہ کے اصول اجتہاد مختلف ہیں تو ان سے مستنبط ہونے والے مسائل اور احکام بھی مختلف ہیں۔ احناف کے ہاں اصول اجتہاد زیادہ ہونے کی وجہ سے مسائل متخرجہ بھی تعداد میں زیادہ ہیں، جب کہ ظواہر کے ہاں ایسا نہیں ہے۔

This work is licensed under an Attribution-ShareAlike 4.0 International (CC BY-SA 4.0)